اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے قربانیاں دینے والوں کے اعمال ضائع نہیں جاتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲؍جون ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیکھایا۔

☆ جب تک اللہ تعالیٰ کی مغفرت نہ ہو ثمرات تمہارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں مل سکتے۔

☆ روحانی رفعتوں کا حصول صرف دعاؤں کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

☆ اعمال کوئی شے نہیں جب تک مقبول نہ ہوں۔

☆ سب بزرگیاں اور ساری ’’ولایت‘‘ خلافت راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کا **سولہواں مقصد** وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ میں بیان ہوا ہے اور بتایا گیا ہے کہ بیت اللہ کے فیوض اور برکات کو دیکھ کر دنیا اس نتیجہ پر پہنچے گی کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے انتہائی قربانیاں دیتے ہیں اور دنیا سے منہ موڑ کر صرف اور صرف اُسی کے ہو رہتے ہیں ان کے اعمال ضائع نہیں جاتے بلکہ انہیں ان اعمال مقبولہ کا بہترین بدلہ اور شیریں پھل ملتا ہے اور ان کے عاجزانہ اور عاشقانہ اعمال کے بہترین نتائج نکلتے ہیں۔

قرآن کریم نے خود یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ مقصد بھی نبی کریم ﷺ کی ذات اور قرآنی شریعت سے پورا ہوا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورہ قصص میں فرماتا ہے۔

وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (القصص:۵۸)

یہاں اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ قرآن کریم کے مخاطب جب قرآن کریم کی شریعت قرآن کریم کی ہدایت اور تعلیم ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم اس ہدایت کی جو تو لے کے آیا ہے اگر اتباع کریں تو اپنے ملک سے اُچک لئے جائیں گے، دنیا ہماری دشمن ہو جائے گی اور ہماری مخالف ہو جائے گی ہمیں تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار ہو جائے گی ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے ہم اس ہدایت پر ایمان لا کر اپنی تباہی کے سامان کیوں پیدا کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا کیا وہ جانتے نہیں کہ ہم نے اس نبی کا اور اس شریعت کا تعلق حرم کے ساتھ رکھا تھا اور بیت اللہ کو ایک علامت بنایا تھا اس بات کی کہ یہ نبی اور اس کے ماننے والے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہوں گے اور

جو شریعت اس پر نازل ہوگی اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی محض اور محض اللہ تعالیٰ کے اوپر ہوگی۔

دنیا کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرم کعبہ کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا حملہ آور ہمیشہ منہ کی کھاتے رہے اور ناکام ہوئے اور دنیا اس بات پر بھی گواہ ہے اور گواہ بنتی رہے گی کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے مقصد کو دنیا کی کوئی طاقت، دنیا کا کوئی منصوبہ، دنیا کی کوئی سازش کبھی تباہ نہیں کرسکتی اور نہ کوئی دجل قرآن کریم کی شریعت میں دخل پا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم نے ان کو محفوظ اور امن والے مکان میں جگہ دی ہے۔ حرم کعبہ میں بھی، حرم عصمت نبی اکرم ﷺ میں بھی اور حرم شریعت اسلامیہ یعنی قرآن کریم میں بھی۔ یہ تمام محفوظ چیزیں ہیں۔ محفوظ ہستیاں ہیں، محفوظ مقام ہیں، اگر تم اس حرم کے ساتھ اپنے تعلق کو قائم کرو گے تو جس طرح حرم خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہے، اسی طرح تم بھی اس کی حفاظت میں آجاؤ گے اور یہ بات غلط ہوگی کہ نُتَخَطَّفُ مِنْ اَرْضِنَا دنیا کی کوئی طاقت تمہیں برباد کر سکے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ يُجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ کہ اس حرم کے ساتھ ہم نے یہ بات بھی لگا دی ہے کہ ہر قسم کے پھل یہاں لائے جاتے ہیں یعنی اس سے تعلق قائم کر کے ہر قسم کے اعمال صالحہ بجالانا ممکن بھی ہو جاتا ہے۔ اس کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ سے انسان پاتا ہے اور اس کے بہترین نتائج کا وعدہ بھی دیا گیا ہے پس جو بھی خلوص نیت رکھتا ہو اور اس کے اندر کسی قسم کا فساد نہ ہو وہ ان پھلوں کو حاصل کرتا ہے تو یہاں يُجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ کو حرم کے ساتھ اور حرم کو ان کے موقف وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا کی تردید میں ایک دلیل ٹھہرا کر اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ابراہیمی دعا میں جن پھلوں کا جن جزاؤں کا ذکر تھا، ان کا تعلق حقیقی طور پر نبی کریم ﷺ اور اُمت محمدیہ کے ساتھ تھا اور ہے اور قائم رہے گا۔

یہ ثمرات جو ہیں (مِنَ الثَّمَرٰتِ) اس کی تفسیر قرآن کریم میں سورۂ محمد ﷺ میں بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ (سورہ محمد: ۱۶)

اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ بیان فرمایا ہے کہ وہ متقی جو اس ہدایت پر عمل کرتے ہیں جس کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (سورہ بقرہ کے شروع میں ہی) ان کا پختہ ایمان اور ان کے صحیح اعتقادات جو ہیں ان کو ایک باغ کی شکل میں درختوں کی شکل میں پیدا کر دیا جاتا ہے اس دنیا میں بطور مجاز کے اور اس دنیا میں حقیقی طور پر وہ درختوں کی شکل کو اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ ہماری ہدایت پر عمل کر کے جو لوگ حقیقی معنی میں متقی بن جاتے ہیں ان کو ایک جنت دی جاتی ہے جس میں ہر قسم کے درخت لگے ہوئے ہوتے ہیں اور فِيْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ان کو اعمال صالحہ کی توفیق عطا کی جاتی ہے اور ان کو بشاشت قلبی عطا کی جاتی ہے کہ اس کے مزے کو چکھ کر وہ ان اعمال کو چھوڑنے کے لئے کسی قیمت پر بھی تیار نہیں ہوتے پس فرمایا کہ ان اعمال صالحہ کو ایسی نہروں میں تبدیل کر دیا جائے گا، اس زندگی میں بھی اس دنیا میں بھی کہ جس میں ایسا پانی ہو جو خراب ہونے والا نہ ہو یعنی ایک دفعہ اعمال صالحہ کا چسکہ پڑ جانے کے بعد پھر یہ چسکہ کبھی چھوٹے گا نہیں پھر جب پختہ ایمان کے نتیجہ میں ان ہدایتوں کے مطابق جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر نازل ہوئی ہیں وہ صحیح معنی میں خلوص دل کے ساتھ اعمال صالحہ بجا لانے لگیں گے تو مزید روحانی ترقیات کے دروازے ان کے اوپر کھولے جائیں گے وہ باتیں جو پہلے بطور اسرار کے تھیں اور جو راز تھا روحانی، وہ ان پر منکشف اور ظاہر ہو جائے گا اور اس کے نتیجہ میں مومن کی روحانیت ترقی کرے گی اور یہ کیفیت اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ایک ایسے دودھ کی شکل اختیار کر جائے گی جس کے خراب ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا پھر ان روحانی علوم کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک حقیقی اور گناہ سوز عشق ان میں پیدا ہو جائے گا اپنے وجود پر وہ ایک موت وارد کر لیں گے۔ خدا تعالیٰ کی محبت میں کھوئے جائیں گے اس کے عشق میں ہمیشہ مست رہیں گے اور ان کیفیات کو وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ کی شکل دے دی جائے گی یہاں یہ بھی بتایا کہ جو اس کا تجربہ نہیں رکھتا وہ اس کی لذت کو کیا جانے اور اسی وجہ سے ایسے لوگ عشق الٰہی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے کیونکہ بہت سے ابتلاؤں کے کانٹے بھی اس نہر کے گرد بوئے گئے ہیں لیکن جو ایک دفعہ اس کو چکھ لے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اسے حاصل ہو جائے وہی بتا سکتا ہے کہ وہ لذت جو عشق الٰہی میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں اور پھر فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں فنا ہو جائے اور اس کے مقدر میں اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ہیں وہ تمام بیماریوں سے شفا حاصل کر لیتا ہے پھر کوئی بیماری اس کے اوپر حملہ آور نہیں ہو سکتی کلی شفا وہ پا لیتا ہے تمام

شیطانی حملوں سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے گویا کہ وہ خدا کی گود میں آ گیا اور کسی قسم کا کوئی خطرہ اس کو نہ رہا۔ یہ کیفیت ہے جو وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى کی شکل میں اس دنیا میں بھی ایک رنگ میں اور اُس دنیا میں بھی اس دنیا کے رنگ میں پیدا ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ کہ یہ پھل جو ہیں اسلام سے تم پاؤ گے یعنی ہر قسم کے پھل تمہیں دیئے جائیں گے ہر قسم کے درخت ہوں گے جو صحیح عقائد ہوں گے وہ درخت کی شکل اختیار کریں گے۔ پھر ایسا ایمان تمہیں دیا جائے گا کہ تم شوق و بشاشت کے ساتھ ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کر کے اعمال صالحہ بجالاؤ گے اور ان اعمال صالحہ کو پانی کی نہروں کی شکل میں بنا دیا جائے گا جن سے وہ باغ پرورش پائیں گے پانی کے بغیر باغ پرورش نہیں پا سکتا۔ اعمال صالحہ کے بغیر صحیح اعتقادات پر انسان قائم نہیں رہ سکتا۔ جب عمل صالحہ نہ رہے تو پھر اعتقاد بھی بدلنا پڑتا ہے۔ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ میں اسی طرف اشارہ ہے اس واسطے ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآنی شریعت سے اور خرابی پیدا ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن کریم کے اندر کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی لیکن اس عقیدہ کے نتیجہ میں عمل کرنا ہے انسان نے۔ تو فرمایا کہ وہ اعمال صالحہ کی اللہ تعالیٰ سے توفیق پائے گا۔ اور ایسی توفیق پائے گا۔ کہ غَيْرِ اٰسِنٍ پھر اس کو یہ خطرہ نہیں ہو گا کہ کبھی شیطان بہکا کر اسے دوسری طرف لے جائے۔

پھر اس کے بعد روحانی علوم اور اسرار اس پر کھلیں گے اور دودھ کی شکل اختیار کر لیں گیا ور پھر ان روحانی اسرار کے انکشاف سے اس کے دل میں بے انتہا محبت اپنے ربّ کے لئے پیدا ہو گی اور یہ محبت الٰہی اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ کی شکل اختیار کر جائے گی۔ پھر اس کے نتیجہ میں وہ ہر قسم کی روحانی بیماری سے محفوظ ہو جائے گا یعنی اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى اسے میسر آ جائیں گی۔ پس یہ پھل ہیں جو اسلام اسے دیتا ہے، یہ وہ پھل ہیں جن کا اس آیت میں ذکر ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ پھل صرف تمہارے اعمال کے نتیجہ میں نہیں مل سکتا تھا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مغفرت حاصل نہ ہوتی پس اس مغفرۃ کا وعدہ بھی تمہیں اسلام میں ہی دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کی طرف اشارہ تو نہیں کیا لیکن میں نے غور کیا اور اگر آپ بھی غور کریں تو اسی نتیجہ تک پہنچیں گے کہ اسی آیت کا مفہوم اس اقتباس میں حضرت مسیح

موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے جو میں آپ کو ابھی پڑھ کر سناؤں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئینہ کمالاتِ اسلام میں فرماتے ہیں:۔

’’اب ہم کسی قدر اس بات کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کے ثمرات کیا ہیں سو واضح ہو کہ جب کوئی اپنے مولیٰ کا سچا طالب کامل طور پر اسلام پر قائم ہو جائے اور نہ کسی تکلف اور بناوٹ سے بلکہ طبعی طور پر خدا تعالیٰ کی راہوں میں ہر ایک قوت اس کے کام میں لگ جائے تو آخری نتیجہ اس کی اس حالت کا یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہدایت کی اعلیٰ تجلیات تمام حجب سے مبرا ہو کر اس کی طرف رخ کرتی ہیں اور طرح طرح کی برکات اس پر نازل ہوتی ہیں اور وہ احکام اور وہ عقائد جو محض ایمان اور سماع کے طور پر قبول کئے گئے تھے اب بذریعہ مکاشفاتِ صحیحہ اور الہاماتِ یقینیہ قطعیہ مشہود اور محسوس طور پر کھولے جاتے ہیں اور مُغلقات شرع اور دین کے اور اسرار سربستہ ملتِ حنیفیہ کے اس پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ملکوت الٰہی کا اس کو سیر کرایا جاتا ہے، تا وہ یقین اور معرفت میں مرتبہ کمال حاصل کرے اور اس کی زبان اور اس کے بیان اور تمام افعال اور اقوال اور حرکات سکنات میں ایک برکت رکھی جاتی ہے اور ایک فوق العادت شجاعت اور استقامت اور ہمت اس کو عطا کی جاتی ہے اور شرح صدر کا ایک اعلیٰ مقام اس کو عنایت کیا جاتا ہے اور بشریت کے حجابوں کی تنگ دلی اور خست اور بخل اور بار بار کی لغزش اور تنگ چشمی اور غلامی شہوات اور ردائت اخلاق اور ہر ایک قسم کی نفسانی تاریکی بکلّی اس سے دور کر کے اس کی جگہ ربانی اخلاق کا نور بھر دیا جاتا ہے۔ تب وہ بکلّی مبدّل ہو کر ایک نئی پیدائش کا پیرایہ پہن لیتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے سنتا اور خدائے تعالیٰ سے دیکھتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ حرکت کرتا اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ ٹھہرتا ہے اور اس کا غضب خدائے تعالیٰ کا غضب اور اس کا رحم خدائے تعالیٰ کا رحم ہو جاتا ہے اور اس درجہ میں اس کی دعائیں بطور اصطفاء کے منظور ہوتی ہیں نہ بطور ابتلاء کے اور وہ زمین پر حُجّت اللّٰہ اور امان اللّٰہ ہوتا ہے اور آسمان پر اس کے وجود سے خوشی کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ عطیہ جو اس کو عطا ہوتا ہے مکالمات الٰہیہ اور مخاطبات حضرت یزدانی ہیں جو بغیر شک اور شبہ اور کسی غبار کے چاند کے نور کی طرح اس کے دل پر نازل ہوتے رہتے ہیں اور ایک شدید الاثر لذت اپنے

ساتھ رکھتے ہیں اور طمانیت اور تسلی اور سکینت بخشتے ہیں‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۲۶، ۲۳۱)

یہ وہ ثمرات ہیں جن کا وعدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور یہ وہ ثمرات ہیں جو اُمت محمدیہ کو کثرت کے ساتھ عطا ہوئے کہ دیکھنے والی آنکھ انہیں دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔

سترھویں غرض رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا میں بیان ہوئی تھی اور بتایا گیا تھا کہ اعمال کوئی شے نہیں جب تک مقبول نہ ہوں اس لئے روحانی رفعتوں کا حصول صرف دعا کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے اور اس میں اشارہ تھا کہ ایک عظیم نبی یہاں مبعوث ہوگا اور اس کے فیوضِ روحانی کے طفیل ایک ایسی اُمت جنم لے گی جو اس حقیقت کو سمجھنے والی ہوگی کہ انتہائی قربانیاں بھی بے سود اور بے نتیجہ ہیں جب تک عاجزانہ دعاؤں کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کیا جائے پس دعاؤں کے ذریعہ ہی معرفت کے بلند مقام کو وہ حاصل کرے گی اور دعاؤں کے طفیل ہی اپنے اعمال کے بہترین پھل وہ پائے گی۔

قرآن کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ ان تین مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دعا اور قبولیت دعا پر اسلام نے جو روشنی ڈالی ہے کسی اور مذہب نے نہیں ڈالی کوئی اور مذہب اس کے مقابلہ میں پیش ہی نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ سورۃ فرقان کے آخر میں عباد الرحمٰن کا ذکر کرتا ہے کہ عباد الرحمٰن وہ ہیں جو یہ اعمال بجالاتے ہیں یا ان اعمال سے پرہیز کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اَلرَّحْمٰنُ کے معنی ہیں وہ پاک ہستی (اللہ) جو بغیر کسی عمل کرنے والے کے عمل اور بغیر کسی استحقاق حق کے اپنا احسان اس پر کرتی ہے۔ آگے عِبَادُ الرَّحْمٰنِ کے سارے اعمال کا ذکر ہے جس کا بظاہر صفت رحیمیت کے ساتھ تعلق ہے۔

پس یہاں مضمون یہ بیان ہوا ہے کہ تم نیک اعمال جتنے چاہو بجالاؤ، جب تک رحیمیت کے ساتھ رحمانیت کا فیض شامل نہیں ہوگا تمہیں کوئی بدلہ نہیں مل سکتا۔ اسی لئے جب یہ مضون ختم کیا تو آخر میں بڑے پُرشوکت الفاظ میں یہ فرمایا قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (الفرقان: ۷۸) یعنی یہ تو صحیح ہے کہ اعمال صالحہ بجالانا بھی ضروری ہے اور بداعمال سے بچنا بھی انسان کے فائدہ کی چیز ہے لیکن یہ یاد رکھو تمہاری اور تمہاری نیکیوں کی تمہارے خدا کو کیا پرواہے لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ہاں اگر تم اس کی پروا کرتے ہو تو اپنی دعاؤں سے اس کے فضل کو جذب کرو۔ جب تم اپنی دعاؤں کے ساتھ اس کے فضل کو جذب کرلو گے تب تمہارے یہ اعمال تمہیں فائدہ پہنچا سکیں گے۔ پھر دعا

بھی بے معنی ہے جب دعا کے ساتھ قبولیت دعا حاصل نہ کی جائے۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہی چاہئے اور اس کے لئے بھی دعا کرنی پڑتی ہے پس ہمیشہ دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اے خدا ہم کچھ کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہم اعمال صالحہ کی قبولیت کے لئے جو دعائیں کرتے ہیں وہ بھی تجھ تک تبھی پہنچ سکتی ہیں کہ جب تو ہماری دعاؤں کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لے تو قبولیت دعا کے لئے پھر آگے دعا کی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا کہ خدا کو تمہاری کوئی پروا نہیں، تمہارے اعمال کی کوئی پروا نہیں، تمہاری قربانیوں کی کوئی پروا نہیں، جو تم صدقہ وخیرات اس کی راہ میں دیتے ہو اس کو ان کی کیا پروا ہے۔ اس کے خزانے کیا خالی ہیں کہ تمہارے مال کی اس کو پروا ہو؟ تم اس کے احکام بجالاتے ہو، انتہائی طور پر مجاہدہ کرتے ہو، کوشش کرتے ہو اس کی راہ میں، پھر بھی اسے تمہاری کوئی پروا نہیں تمہیں ان تمام چیزوں کا فائدہ اسی وقت پہنچ سکتا ہے جب تم دعا کے ذریعہ اس کے فضل کو جذب کرو۔ جب رحیمیت کے جلوہ کے ساتھ رحمانیت کا جلوہ بھی شامل ہو جائے تب تمہاری حقیر کوششیں بھی تمہیں ساتویں آسمان تک پہنچا سکتی ہیں۔ لیکن اگر تم یہ سمجھو کہ اس کے فضل کے بغیر تم پہلے آسمان پر بھی پہنچ سکتے ہو تو تم غلطی خوردہ ہو، اس کے فضل کے بغیر تَحْتُ الثَّرٰی تک تو تم پہنچ سکتے ہو، شیطان کی گود میں تو تم جاسکتے ہو لیکن رحمان خدا کی گود میں اس کے فضل اور رحم کے بغیر کوئی نہیں جاسکتا۔ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ تم اس حقیقت کو جھٹلاتے ہو تم میں سے بعض بظاہر بڑے متقی اور پرہیز گار ہیں لیکن وہ اپنے اعمال پر اپنی دعاؤں پر اور اپنی شب بیداری پر اور دنیا کے لوگوں کی خدمت جو وہ کرتے ہیں اس پر فخر کرنے والے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو ان کی کوئی پروا نہیں ہے جب تک کہ وہ دعا کو اپنی تمام شرائط کے ساتھ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو قبول کر کے رحمانیت کے جوش میں ان کے اعمال کو قبول نہ کر لے۔

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا اب تمہارے جھٹلانے کے بدنتائج تمہارے ساتھ لگے رہیں گے۔ اب دیکھو اس وقت مسلمانوں کے بعض فرقوں میں انتہائی مجاہدہ کرنے والے لوگ بھی ہیں لیکن ان کے مجاہدات کا کیا نتیجہ ان کے حق میں نکل رہا ہے۔ جہاں تک ہم سمجھتے ہیں وہ نتیجہ نہیں نکل رہا جو ایک متقی کے ایسے ہی اعمال بلکہ اس سے ہزارویں حصہ اعمال کا نتیجہ نکلا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام براہین احمدیہ میں فرماتے ہیں:۔

”حقیقت میں انہی دو چیزوں کا تصور دعا کے لئے ضروری ہے۔ یعنی اوّل اس بات کا

تصور کہ خدائے تعالیٰ ہر یک قسم کی ربوبیت اور پرورش اور رحمت اور بدلہ دینے پر قادر ہے اور اس کی یہ صفات کاملہ ہمیشہ اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں دوسرے اس بات کا تصور کہ انسان بغیر توفیق اور تائید الٰہی کے کسی چیز کو حاصل نہیں کر سکتا اور بلاشبہ یہ دونوں تصور ایسے ہیں کہ جب دعا کرنے کے وقت دل میں جم جاتے ہیں تو یکا یک انسان کی حالت کو ایسا تبدیل کر دیتے ہیں کہ ایک متکبر ان سے متاثر ہو کر روتا ہوا زمین پر گر پڑتا ہے اور ایک گردن کش سخت دل کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی کل ہے جس سے ایک غافل مردہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ انہیں دو باتوں کے تصور سے ہر یک دل دعا کرنے کی طرف کھینچا جاتا ہے غرض یہی وہ روحانی وسیلہ ہے جس سے انسان کی روح روبخدا ہوتی ہے اور اپنی کمزوری اور امداد ربّانی پر نظر پڑتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان ایک ایسے عالم بے خودی میں پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی مکدر ہستی کا نشان باقی نہیں رہتا اور صرف ایک ذات عظمیٰ کا جلال چمکتا ہوا نظر آتا ہے اور وہی ذات رحمت کل اور ہر یک ہستی کا ستون اور ہر یک درد کا چارہ اور ہر یک فیض کا مبدء دکھائی دیتی ہے آخر اس سے ایک صورت فنا فی اللہ کی ظہور پذیر ہو جاتی ہے جس کے ظہور سے نہ انسان مخلوق کی طرف مائل رہتا ہے، نہ اپنے نفس کی طرف، نہ اپنے ارادہ کی طرف اور بالکل خدا کی محبت میں کھویا جاتا ہے اور اس ہستی حقیقی کی شہود سے اپنی اور دوسری مخلوق چیزوں کی ہستی کالعدم معلوم ہوتی ہے''۔ (براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۷۲ تا ۵۷۴ حاشیہ نمبر ۱۱ طبع اوّل)

اٹھارہویں غرض یہ بتائی گئی تھی کہ خانہ کعبہ کے قیام کے نتیجہ میں خدائے سمیع کی معرفت دنیا حاصل کرلے گی ایک ایسی اُمت یہاں پیدا کی جائے گی جو دنیا کو خدائے سمیع سے متعارف کرائے گی اور دنیا اس حقیقت سے انکار نہ کر سکے گی کہ تضرع اور ابتہال سے دعاؤں میں مشغول رہنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع کے جلوے دیکھا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ مومن میں فرماتا ہے۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (سورۃ المومن :۶۱) کہ تمہارا ربّ کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنوں گا لیکن وہ لوگ جو تکبر کرتے ہوئے میری حقیقی عبادت سے منہ پھیر لیتے ہیں یعنی ایسی عبادت سے جسے میں قبول کیا کرتا ہوں اور جس کے متعلق میں دوسری جگہ قرآن کریم میں کہہ چکا ہوں کہ تمہاری عبادتوں کے ساتھ تمہاری دعاؤں کا ہونا ضروری

ہے اور جو لوگ تکبر سے اپنی عبادت کو عبودیت کے اس مقام پر نہیں لائیں گے میں انہیں جہنم کی سزا دوں گا اور وہ ناکامی اور میرے قہر اور غضب کی جہنم میں داخل ہوں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (سورۃ البقرہ:۱۸۷) اے رسول! اگر میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اس کی صفات کا علم ہم کیسے حاصل کریں تو تو ان کو جواب دے کہ خدا تو تمہارے قریب ہی ہے تم اس کے دَر کو کھٹکھٹاؤ وہ تمہارے لئے کھولا جائے گا اور تم اس سے دعائیں کرو (اس کی بتائی ہوئی شرائط کے مطابق) تمہاری دعائیں قبول ہوں گی اور قبولیت دعا کے نتیجہ میں تم ذات باری اور صفات باری کا علم حاصل کرو گے اور اس معرفت اور عرفان کے بعد تمہارے دل اس کی محبت میں گم ہو جائیں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو چاہئے وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ کہ مجھ پر ایمان لائیں میری ذات پر اور میری صفات پر، تا وہ ہدایت پائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے متعلق ’’برکات الدعا‘‘ میں فرماتے ہیں:۔

’’اور دعا کی ماہیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے ربّ میں ایک تعلق مُجاذبہ ہے۔ یعنی پہلے خدائے تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔ سو جس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں میں آگے سے آگے نکل جاتا ہے، پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا تعالیٰ کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب

پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ضروری ہیں‘‘۔

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۹،۱۰)

انیسواں مقصد یہ بیان ہوا تھا کہ صفت سمیع کے ہی نہیں بلکہ صفت علیم کے جلوے بھی دنیا اس اُمت کے ذریعہ دیکھے گی بعض دعاؤں کا ردّ ہو جانا یا بعض دعاؤں کا اس رنگ میں پورا نہ ہونا جس رنگ میں وہ مانگی گئی تھیں، یہ ثابت نہیں کرے گا کہ ہمارا خدا عزوجل سمیع نہیں ہے یا تمام قدرتوں اور طاقتوں کا مالک نہیں ہے بلکہ یہ ثابت کرے گا کہ جہاں وہ قادر وتوانا سمیع ہے وہاں وہ علیم بھی ہے اور قبولیت دعا کا اس کی صفتِ علیم کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

’’اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں۔مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عنداللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے اور اس کے پورا کرنے میں خیر نہیں ہوتی‘‘۔ (برکات الدعا روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۳)

یہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبولیت دعا کے لئے جن شرائط کا ذکر کیا ہے یعنی تقویٰ، طہارت، کامل یقین، کامل محبت وغیرہ یہ اس قبولیتِ دعا سے متعلق ہیں جو اصطفاء کے رنگ میں ہو لیکن جو قبولیتِ دعا ابتلاء کے رنگ میں ہو اس کا ان شرائط سے تعلق نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور فرمایا ہے کہ کنچنیوں کو بھی اللہ تعالیٰ سچا خواب دکھاتا ہے۔تاکہ ان کی ہدایت کے سامان پیدا کرے تا وہ ان کے دل میں یہ خیال پیدا کرے کہ وہ اس گند سے باہر نکلیں اور پاکیزگی کے منبع اور سرچشمہ کی طرف بھاگیں اور اپنے آپ کو پاک کرنے کی کوشش کریں۔لیکن اگر دعا کرنے والے کا دل تقویٰ کے نور سے منور نہ ہو یا اس کا سینہ پاکیزگی کی خوشبو سے خالی ہو یا اس کی زبان راست گوئی کا طریق اختیار کرنے والی نہ ہو اور اس کا دل کامل یقین اور کامل محبت سے پُر نہ ہو۔اس کا ذہن کامل توجہ سے اپنے ربّ کی طرف جھکنے والا نہ ہو یا جو چیز مانگی گئی ہے وہ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ کے نزدیک اس شخص کے لئے جس کے لئے وہ مانگی گئی خیر کا موجب نہ ہو تو تمام حالتوں میں دعا کو ردّ کر دیا

جاتا ہے مگر آخری صورت میں اللہ تعالیٰ کسی اور رنگ میں ایسی دعا کا انسان کو بدلہ دے دیتا ہے۔جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’کیا یہ تسلی بخش ثبوت نہیں ہے کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا ایک روحانی قانون قدرت ہے کہ دعا پر حضرت احدیت کی توجہ جوش مارتی ہے اور سکینت اور اطمینان اور حقیقی خوش حالی ملتی ہے اگر ہم ایک مقصد کی طلب میں غلطی پر نہ ہوں تو وہی مقصد مل جاتا ہے اور اگر ہم اس خطا کار بچہ کی طرح جو اپنی ماں سے سانپ یا آگ کا ٹکڑا مانگتا ہے اپنی دعا اور سوال میں غلطی پر ہوں تو خدا تعالیٰ وہ چیز جو ہمارے لئے بہتر ہو عطا کرتا ہے اور با ایں ہمہ دونوں صورتوں میں ہمارے ایمان کو بھی ترقی دیتا ہے کیونکہ ہم دعا کے ذریعہ سے پیش از وقت خدا تعالیٰ سے علم پاتے ہیں اور ایسا یقین بڑھتا ہے کہ گویا ہم اپنے خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور دعا اور استجابت میں ایک رشتہ ہے کہ ابتداء سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا برابر چلا آتا ہے جب خدا تعالیٰ کا ارادہ کسی بات کے کرنے کے لئے توجہ فرماتا ہے تو سنت اللہ یہ ہے کہ اس کا کوئی مخلص بندہ اضطرار اور کرب اور قلق کے ساتھ دعا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے اور اپنی تمام ہمت اور تمام توجہ اس امر کے ہو جانے کے لئے مصروف کرتا ہے۔تب اس مرد فانی کی دعائیں فیوض الٰہی کو آسمان سے کھینچتی ہیں اور خدا تعالیٰ ایسے نئے اسباب پیدا کر دیتا ہے۔جن سے کام بن جائے‘‘۔

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ ۲۳۸و۲۳۹)

تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں دعا کے متعلق تین بنیادی باتیں ہمیں بتاتا ہے۔

ایک یہ کہ جب تک ہم دعا کے ذریعہ سے مقبول دعا کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب نہ کریں اس وقت تک اپنے اعمال پر ہم خوش نہیں ہو سکتے۔نہیں کہہ سکتے کہ خدا تعالیٰ ان کو قبول کرے گا بھی یا کہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف اور پُر شوکت الفاظ میں ہمیں بتا دیا ہے قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان:۷۸) تمہاری کیا پرواہ ہے تمہاری نیکیوں کی کیا پرواہ ہے۔تمہارے اعمال کی کیا پرواہ ہے میرے ربّ کو، اگر دعا کے ساتھ تم اس کی طرف جھکو نہ۔

لیکن ہمیں تو اس کی پرواہ ہے اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی محبت کے جلوے ظاہر کرتا رہے تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دعاؤں کے ذریعہ سے ان دعاؤں کے ذریعہ سے جن میں تمام شرائط دعا

پائی جاتی ہوں، اس کے فضل کو جذب کرنے والے ہوں اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہمارے اعمال کی اتنی بھی قیمت نہیں جتنی کیڑی کے ایک پاؤں کی قیمت دنیا کی نگاہ میں ہے۔

دوسرے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ اسلام نے ایسی تعلیم ہمیں عطا کی ہے کہ اگر ہم اس تعلیم کو پیش نظر رکھیں اور اسلام کی ہدایات پر عمل کریں تو ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ ہمارا خدا جو سمیع ہے ہماری دعاؤں کو سنے گا اور قبول فرمائے گا اور ہمارے لئے اپنی رحمت کے سامان پیدا کرے گا۔

اور تیسری بات ہمیں یہ بتائی کہ خدا تعالیٰ بے شک اَلسَّمِیْعُ ہے لیکن وہ عَلِیْمٌ بھی ہے ایک انسان دنیا کو دھوکا دے سکتا ہے وہ ظاہر میں بزرگی کا جبہ پہن سکتا ہے وہ ہزار تکلف کے ساتھ اپنی بزرگی کا اعلان کرسکتا ہے لیکن اپنے ربّ کو وہ دھوکا نہیں دے سکتا۔ پس وہی شخص خدا کے نزدیک مقبول ہے اور اسی کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں جس کے دل میں کسی قسم کا فساد اور گند اور ناپاکی نہ ہو کبر، تکبر، نخوت، خود پسندی خودرائی، اپنے آپ کو کچھ سمجھنا اور دنیا کو حقیر سمجھنا یہ باتیں نہ ہوں، بلکہ خدا تعالیٰ کے حقیقی عشق سے جو گناہ سوز ہے اس کی تمام کمزوریاں اور گناہ خاک ہوگئے ہوں اور وہ ایک پاک دل کے ساتھ اور ایک مطہر سینہ کے ساتھ اور آنسو بہانے والی آنکھ کے ساتھ اپنے ربّ کے حضور جھکنے والا ہو تب اس کی دعا کو قبول کیا جاتا ہے۔

لیکن ہمارا خدا (نعوذ باللہ) جاہل نہیں ہے کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے وہ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ سینوں کی باتوں کو جانتا ہے وہ جیسا کہ قرآن کریم میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جانتا ہے کہ کون متقی ہے اور کون نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ کون ہمارا دشمن ہے اور کون دوست۔ وہ جانتا ہے کہ کس چیز میں ہماری بھلائی ہے اور کس چیز میں ہمارا نقصان ہے پس ہماری دعاؤں کو علیم ہونے کی حیثیت سے قبول کرتا ہے۔ وہ (نعوذ باللہ) بے وقوف ماں کی طرح نہیں ہے کہ اگر بچہ آگ کا انگارہ اس سے مانگے تو بعض دفعہ چڑ چڑے پن میں وہ آگ کا انگارہ اس کے سامنے رکھ دیتی ہے اور بچے کے ہاتھ کو جلا دیتی ہے وہ ماں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے وہ باپ سے بھی زیادہ پیار کرنے والا ہے وہ جب دعاؤں کو قبول کرنے پر آتا ہے تو انہی دعاؤں کو اور اسی رنگ میں قبول کرتا ہے جو دعائیں جس رنگ میں ہمارے فائدہ کے لئے ہیں۔

لیکن جب دعا میں جو چیز مانگی گئی ہے وہ ہمارے فائدہ کے لئے نہ ہو تو وہ اسے ردّ کر دیتا ہے اور اس

کی بجائے محض اپنے فضل اور رحم سے کسی اور شکل اور کسی اور رنگ میں اپنی رحمت کو ظاہر کرتا ہے وہ بڑا ہی پیار کرنے والا وہ بڑی ہی محبت کرنے والا ربّ ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کے شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کے دن گذاریں اور جماعت کے اندر اتحاد اور اتفاق کو ہمیشہ قائم رکھیں اور اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہ کریں کہ سب بزرگیاں اور ساری ''ولایت'' خلافت راشدہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ جو شخص اس سے باہر اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے اس کی دعائیں اگر قبول بھی ہوں تو وہ قبولیت اصطفاء کی نہیں وہ قبولیت ابتلاء اور امتحان کی ہے پس اپنے ربّ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱؍جون ۱۹۶۷ء صفحہ ۱ تا ۵)

☆......☆......☆